ضلع بونیر کی خواتین کے دینی مدارس کا تعارفی وارتقائی جائزہ

An Introductory and Evolutionary Review of Women's Religious Madrasahs in Buner District

جمیلہ*

Abstract:

In relation to the present, the discussion of this matter and the discussion of the matter, the ahta4a, were given to the women of Bonarm. The evaluation of Madrasahs is to be made public so that it is clear that the time is right. And the honor a man gets is the same as a woman gets a reward. The manifestation of Anina's blessings is seen in the form of the human race spread throughout the universe. For this reason, as much right as a man has on this earth, a woman has the same right. When it comes to the right, the acquisition of knowledge is the basic right of a human being, whether he is a man or a woman. The Holy Prophet (PBUH) said, "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ"

The aim of Islam was to bring all humanity on a level. In his kingdom, low and high, king and donkey, rich and poor, women and men all had equal status. Therefore, he gave the message of equality to the whole world through his teachings, commands and laws.

God's statement is:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ''.

Translation: "And whoever does good deeds, whether male or female, and is a believer, such people will enter Paradise, and they will not be wronged in the slightest." In addition to this, Allah the Exalted said in another place in the Holy Qur'an. They are :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ''

Translation: O believers! Save your lives and your family from fire. Allama Alusi writes in the commentary of this verse: This verse makes it clear that it is necessary for a person to learn his duties and responsibilities and it is also necessary to educate his family members.

The extent to which the world had progressed before Islam was only the charisma of the moral and mental powers of the gender (male). Egypt, Babylon, Greece and India were the cradles of great civilizations. But there was no interference in the cultivation of women. When Islam came, it included the struggle of genders (male and female) in resources and development and a new color and flavor was created in its civilization. In the time of the Prophet (peace be upon him), there was no formal madrassa like Dar Arqam or Safa in the beginning for women, but despite this, women's education was organized. It has been reported in a tradition of Bukhari that "Once a woman came to

*شعبہ علومِ اسلامیہ، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور

the service of the Prophet ﷺ and said: O Messenger of Allah! Men remember the Hadiths by being in your company. Please reserve a day for us too. Therefore, the Prophet ﷺ fixed one day in the week. Where they used to gather and he used to teach them.

The role played by the women of any nation in the education and training of that nation does not need any explanation. Mother's lap is the child's first education and training center. Therefore, the religious education and training of women is no less important than the religious reformation of men for the Muslim nation. One is because the address of Islamic rulings is the same for men as it is for women. Rather, there are certain rules that belong to women only. And secondly because the training of women ultimately proves to be the means of training the entire nation. It was also the custom of Sir Sarwar Alam that in his public sermons both men and women were addressed, but sometimes he ﷺ held a separate assembly to address women in particular. Later on, the Muslim Ummah organized religious madrasahs for the religious house of women in every region and in every age, so that the religious education of women can be done with special attention through them.

Similarly, Bonier region of Khyber Pakhtunkhwa also has the characteristic that there is a lot of attention paid to the religious education of women and various religious madrasahs are performing their services.

تعارف موضوع

عصر حاضر کے حوالے سے اس مقالے کا تعارف اور بنیادی اہمیت کو بیان کرنے کا مقصد ضلع بونیر کی خواتین کے دینی مدارس کا تعارفی وارتقائی جائزہ کو منظرِ عام پر لانا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ اس معاشرہ میں جتنی وقعت اور عزت مرد کو حاصل ہے وہی عورت کو بھی حاصل ہے یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں پہلا آنے والا خاندان ایک مرد اور ایک عورت پر مشتمل تھا۔ انہیں کی برکتوں کا ظہور ساری کائنات میں پھیلی ہوئی نسل انسانی کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ اس وجہ سے اس زمین پر جتنا حق ایک مرد کا ہے اتنا ہی حق ایک عورت کا بھی ہے۔ جب حق کی بات آتی ہے تو علم کا حصول انسان کا بنیادی حق ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت حضور اکرم ﷺ نے بلا تفریق جنس وامیر و غریب ہر انسان کو علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ [1]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

اسلام کا مقصد تمام انسانیت کو ایک سطح پر لانا تھا۔ اسکی بادشاہی میں پست وبلند، شاہ و گدا، امیر و غریب، عورت و

مرد سب یکساں حیثیت رکھتے تھے۔ اسلئے اس نے اپنی تعلیمات، احکام اور قوانین کے ذریعہ سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ''[2]

ترجمہ: ''اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کریگا خواہ مرد ہو یا عورت اور صاحب ایمان ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہو گا''۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یاأَيُّهاالَّذِينَ آمَنُواقُواأَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ''۔[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان پر خود بھی فرائض وواجبات کا سیکھنا لازم ہے اور اہل و عیال کو بھی تعلیم دینا ضروری ہے[4]۔ اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی تھی وہ صرف صنف (مرد) کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ مصر، بابل، یونان اور ہندوستان عظیم الشان تہذیب و تمدن کے چمن آرا تھے۔ لیکن اس میں عورت کی آبیاری کا کچھ دخل نہ تھا۔ اسلام آیا تو اس نے صنفوں (مرد و عورت) کی جدوجہد کو وسائل وترقی میں شامل کر دیا اور اس کے تمدن میں نیا رنگ و بو پیدا ہو گیا. دور نبوی ﷺ میں خواتین کے لئے آغاز میں کسی قسم کا دار ارقم یا صفہ جیسا کوئی باقاعدہ مدرسہ تو نہیں تھا لیکن اس کے باوجود خواتین کی تعلیم کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ'' ایک مرتبہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مرد تو آپ کی صحبت میں رہ کر احادیث سن کر یاد کر لیتے ہیں۔ آپ ہمارے لئے بھی ایک دن مخصوص کر دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا۔ جہاں وہ جمع ہو تیں اور آپ ﷺ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔[5]

کسی بھی قوم کی خواتین کا اس قوم کی تعلیم و تربیت میں جو حصّہ ہوتا ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی درس گاہ بھی ہے اور تربیت گاہ بھی۔ چنانچہ ملت مسلمہ کے لئے جتنی اہمیت مردوں کی دینی اصلاح کو حاصل ہے خواتین کی دینی تعلیم و تربیت اس سے کسی طرح کم اہمیت نہیں رکھتی۔ ایک تو اس لئے کہ اسلامی احکام کا خطاب جسطرح مردوں کو ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ بلکہ بعض احکام ایسے ہیں جو خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرا اسلئے کہ خواتین کی تربیت بالآخر پوری قوم کی تربیت کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ سرور عالم ﷺ کا معمول بھی یہ تھا کہ آپ ﷺ

کے عمومی خطبات میں تو مرد اور عورت دونوں ہی مخاطب ہوتے تھے لیکن کبھی کبھی آپؐ خاص طور سے خواتین کو خطاب کرنے کے لئے الگ مجلس منعقد فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

’’ الرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ‘‘[6]

"مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے۔ اور اس سے ان کے متعلق جواب طلب ہو گا۔ اور عورت شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس ہو گی"۔

رسول اللہ ﷺ کے اختیار کردہ منہج پر عمل کرتے ہوئے بعد میں امت مسلمہ نے ہر علاقے اور ہر زمانے میں عورتوں کی دینی تربیت کے لئے دینی مدارس کا اہتمام کیا۔ تاکہ ان کے ذریعے عورت کی دینی تربیت خصوصی توجہ کے ساتھ ہو سکے۔ اسی طرح خیبر پختونخوا کے علاقے بونیر کو بھی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہاں خواتین کی دینی تعلیم پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے اور مختلف دینی مدارس اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ضلع بونیر کا تعارفی و تاریخی جائزہ

ضلع بونیر[7] پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد[8] سے تقریبا تین سو کلو میٹر دور اور پشاور سے ایک سو بتیس کلو میٹر دور شمال مشرق میں واقع ہے۔[9] بونیر ننگی پہاڑیوں کا خوبصورت علاقہ ہے، ایک طرف اگر اس کے رُوح افزاء مقامات اور پُرسکون ماحول سیاحوں کے لئے پُرکشش ہے تو دوسری طرف مقامی لوگوں کے لئے سبز چراگاہیں اور پودے فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ بونیر کو ترقی دینے والے اہم قبیلے یوسفزئی[10]، مندن، گوجر اور سکھ ہیں[11]۔ بونیر کے لوگ محنت کش اور مضبوط ہیں، اکثریت کی زبان پشتو ہے۔ کھیتی باڑی اِن کا ذریعہ معاش اس کے علاوہ ذریعہ معاش کے لیے باہر ممالک کا رخ بھی کر لیتے ہیں۔ اگرچہ زراعت کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے[12]۔

عہد رسالت اور آغاز مدارس

ماضی میں یہ علاقہ مختلف تہذیبوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ یہاں مختلف تہذیبوں نے پروان چڑھا اور یہاں کی تہذیب میں اپنا حصہ ڈالا اور اسطرح یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر جب یہاں اسلام آیا تو اس تہذیب میں کچھ تبدیلی آئی مگر پھر بھی ان کے وہ طریقے جو اُن کو وراثت میں ملے تھے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مخلوط طرز معاشرت میں زندگی گزارنے والے مسلمان بھی جاہلیت کی راہ پر گامزن تھے۔ جس سے اسلامی اقدار بُری طرح متاثر ہوئیں۔ ان میں بہت سے بدعات جاری تھیں مثلاً غربت، غیر مسلم تہذیبوں کے اثرات، خانہ جنگی، خوانین کے کمزور طبقے کا استحصال اور علم کا فقدان ان وجوہات میں سرفہرست علم کا فقدان اور توہمات کا غلبہ تھا۔ علم نہ سیکھنے کی وجہ سے غربت اور زرعی کاموں میں بے پناہ مصروفیت

تھی۔[13] اس وقت اس علاقے میں ایسے بدعقیدہ پیروں کی بہتات تھی۔ جو مذہب کے نام پر لوگوں میں بدعقیدگی پھیلا رہے تھے۔ چند پیر لوگوں کو چرس کے نشے میں مبتلا کر کے عبادت کے طریقے ایجاد کرتے تھے۔ چند پیروں نے موجودہ ماڈرن کلپ کا تصور پیش کیا۔ عورتوں اور مردوں کو ایک محفل میں بٹھا کر اپنے عقائد کی پرچار کرتے تھے۔ لوگ قسم قسم کے اعتقادات میں پھنسے ہوئے تھے نہ کسی کا دین صحیح تھا نہ اسلام کے کسی رکن سے خبر تھی۔ اس علاقے میں ہندو اور سکھ بھی رہتے تھے۔ ہندوؤں کے عقائد کا مسلمانوں پر کافی اثر تھا۔ ایسے رواج فروغ پا رہے تھے، جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مساجد میں ایسے مولوی ہوتے تھے جن کا علم قرآن پاک کی چند سورتوں تک محدود تھا۔ جمعہ مبارک کو پشتو زبان کا منظوم خطبہ دیا جاتا تھا۔ کم علم علماء علمائے سوء کا کردار ادا کرتے تھے۔ سادہ دل اور بے علم عوام کو گمراہ کر رہے تھے۔ انہوں نے خوشی اور غمی کے موقع پر خود ساختہ رسومات ایجاد کر رکھی تھیں اور لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ دین اسلام کا حصہ ہے۔ [14] دیگر شرکیات سے تو معاشرہ بھرا ہوا تھا لیکن سب سے اہم رسم یہ تھی کہ جب کوئی ولی یا بزرگ وفات پاتا تو لوگ اس کے مزار پر جا کر دعائیں مانگتے تھے اور ساتھ ہی اپنے مریضوں کو بابا کے مزار پر لایا جاتا تھا۔ مختلف بزرگ مختلف امراض کے شفاء کے لئے مشہور تھے۔ ضلع بونیر میں ہر گاؤں میں کسی نہ کسی بزرگ کا مزار پایا جاتا تھا۔ جہاں لوگ مزاروں پر حاضری دیتے وقت جوتے اتارتے اور ان پر پڑے پتھر کو اپنی بیماری کو دور کرنے کے لئے جسم پر رگڑتے تھے۔ عید کے موقعوں پر خصوصی طور پر یہاں پر میلے لگائے جاتے۔ [15]

عمرہ وحج کی ادائیگی کا رجحان بہت ہی کم تھا بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا اگرچہ بونیر میں اکثریت غریبوں کی تھی مگر پھر بھی بہت سے لوگ صاحب مال ہونے کی باوجود یہ فریضہ ادا نہیں کرتے تھے۔ مخلوط طرز معاشرت میں زندگی گزارنے والے مسلمان جاہلیت کے راہ پر گامزن تھے جس سے روایات بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ خاص کر ذات پات کے نظام نے مسلم معاشرہ پر برا اثر کر رکھا تھا اور اعلی قوم کے افراد نچلے قوم کو کمزور تصور کرتے تھے۔ اپنے آپ کو دشمنی سے آزاد کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو ناحق طریقے سے غیرت کے نام پر مار ڈالتے تھے۔ اور ضلع بونیر کے ان پڑھ لوگ بے علمی کی وجہ سے طرح طرح کی رسومات، توہمات، تنازعات وغیرہ بہت سی برائیوں میں مصروف تھے جو کہ ہندو تہذیب کے رہنے کی وجہ سے معاشرے میں عام ہوئی تھیں۔[16] بونیر میں خواتین کی تعلیم حاصل کرنے کی کسی قدر مخالفت پائی جاتی ہے۔ بعض قدامت پسند افراد اپنی ثقافت ومعاشرتی اقدار کے تحفظ کے پیش نظر عورتوں کی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مثالی عورت کا تصور اپنے بڑوں اور شوہروں کی تابعداری اور گھریلو امور کی انجام دہی ہے جبکہ دوسرا گروہ خواتین کی تعلیم قرآن شریف کے ناظرہ وترجمہ پڑھ لینے کو ہی مکمل سمجھتے ہیں۔ لیکن اب حالات کے تناظر میں عورت کی تعلیم کو

انسانی معاشرہ کی صحت اور توانائی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔اس تبدیلی کو صرف محدود طبقے نے محسوس کیا لیکن اب بھی ایسے افرا کی کمی نہیں جو عورت کی تعلیم کو کچھ زیادہ اچھا نہیں سمجھتے لیکن اس سلسلے میں اب بھی دینی مدارس خواتین کو علم و تعلیم کی سہولیات رعایت کے ساتھ پہنچا رہے ہیں۔

عصر حاضر کے جدید ٹیکنالوجی کے اثرات بہت تیزی کے ساتھ ہر ملک و قصبے میں پھیل رہے ہیں، تعلیم و ترقی کے لئے راہیں کھل رہی ہیں۔ جسکی وجہ سے بونیر کے لوگوں میں بھی تعلیمی رجحان بڑھ رہا ہے،یہی وجہ ہے کہ ضلع بونیر میں تعلیم کے مراکز اور دینی مدارس اپنی خدمات کو گھر گھر پہنچانے میں مصروف عمل ہیں۔

مدارس کی نشوونما وارتقاءاور تاریخی پس منظر

لفظ "مدرسہ" کی تعریف: مدرسہ واحد اور اسکی جمع مدارس ہے۔ مدرسہ کا مطلب ہے۔"پڑھنے کی جگہ یا قدیم طرز کی روایتی درسگاہ[17]۔اردو لغت کے مطابق مدرسہ کا معنی پڑھنا، درس، آموزش ہے[18]۔ مدرسہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بچوں کے لئے پڑھنے لکھنے کا بندوبست موجود ہو۔ بعض اہل علم حضرات کے مطابق مکتب سے مراد ابتدائی درسگاہ ہوتی ہے، جبکہ مدرسہ بڑی درسگاہ کو کہتے ہیں۔[19]

رسول اللہ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد لوگوں کو اسلام سے روشناس کرنے کے لئے قرآن پاک کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا۔اُس دور میں ایسے مقامات جہاں مسلمانوں نے جاکر دین اسلام سے واقفیت حاصل کی اُس دور کے لحاظ سے ہم ان کو دینی مدرسہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

دور نبویؐ میں مدارس کا قیام:۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد دوسرے انبیاء کیشریعتیں منسوخ ہو گئیں ۔آپ ﷺ نے ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھی لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے مکہ ہی سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، درس و تدریس کے لئے آپ نے جن جگہوں کا انتخاب کیا وہ بجا طور پر اسلام کے ابتدائی مدارس تھے۔ جن پر ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

مدرسہ صحن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ[20]:سب سے پہلے عہد نبوی ﷺ میں ہم جس مقام کو مدرسہ کا نام دیتے ہیں وہ حضرت ابو بکر صدیق کا وہ چھپر ہے جو آپ کے گھر کے سامنے تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور قرآن پڑھا کرتے تھے اور مشرکین کے بچے اور عورتیں آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور تلاوت قرآن پاک سنتے تھے۔[21] آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ یہ بات مشرکین مکہ کو سخت ناپسند تھی انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جگہ کو چھوڑنے پر مجبور کیا۔[22]

مدرسہ دار ارقم

صحابی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر[23] کوہ صفا[24] کے نشیب میں تھا۔ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھا۔ آپ نے اسے اسلام کی پہلی درسگاہ کے طور پر استعمال کیا۔ جو شخص بھی ایمان لاتا تو اس مکان میں جا کر بنیادی عقائد سیکھتا۔ حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام دار ارقم میں قیام پذیر تھے۔ تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔

مدرسہ شعب ابی طالب :مکہ میں ہجرت سے قبل مدرسہ بیت فاطمہ بنت خطاب اور مدرسہ شعب ابی طالب[25] (جس میں رسول اللہ ؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قریش کے سوشل بائیکاٹ کی وجہ سے 3 سال تک محصور رہے۔)اس میں آپ نے دعوت و تبلیغ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہر سال حج کے موسم میں باہر نکلتے اور اسلام کی دعوت دیتے۔

مدرسہ بیت فاطمہ بنت خطاب

اسی طرح بیت فاطمہ بنت[26] خطاب میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ[27] آکر اُن کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔[28]

مدرسہ حبشہ:۔جب کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حبشہ[29] کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو انہوں نے حبشہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اس کو مدرسہ ارض حبشہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے[30]۔ اس کے بعد کفار مکہ نے ظلم کی انتہاء کی تو اس کے نتیجے میں حضرت محمد ﷺ نے مدینہ ہجرت کی۔ باقی دینی مدارس ہجرت کے بعد مدینہ میں قائم ہوئے۔

مدینہ میں پہلی درسگاہ

مدینہ میں جس مقام پر سب سے پہلے قرآن پڑھایا گیا۔ وہ بنوزریق کی مسجد ہے۔ اسکے پہلے مدرس حضرت رافع بن مالک[31] خزرج کی شاخ بنی زریق سے تھے۔ بیعت عقبہ[32] اولیٰ کے موقع پر ایمان لائے تھے۔ اور دس سال کے دوران جس قدر قرآن نازل ہو چکا تھا، آپ نے انہیں عنایت فرمایا۔[33]

دوسری درسگاہ

یہ درسگاہ مدینہ کے جنوب میں قباء[34] کے مقام پر واقع تھی۔ بیعت عقبہ کے بعد بہت سے اصحاب نے جن میں کمزور اور بوڑھے اصحاب کی کثرت تھی، مکہ سے مدینہ ہجرت کی، تو ان کا ابتدائی قیام قباء میں تھا۔ جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو

سالم مولیٰ ابی حذیفہ [35] جو اُن میں بڑے عالم تھے، مہاجرین کو تعلیم دیتے اور ساتھ ہی امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

تیسری درسگاہ

یہ درسگاہ مدینہ کے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان میں تھا۔ جو جامعیت اور افادیت میں مذکورہ دونوں درسگاہوں سے مختلف اور ممتاز حیثیت کی حامل تھی۔ [36]

تو حضور ﷺ نے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس خدمت کے لئے روانہ کیا [37]۔ براء بن عازب [38] رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق:

''أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَجَعَلاَ يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ'' [39]

"سب سے پہلے ہمارے ہاں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن اُمّ مکتوم آئے اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے"

معلم انسانیت اور رہبر کاروان حضرت محمد ﷺ نے زندگی میں ہر دور کے افراد کے لئے علم کی اہمیت کو اجاگر کیا تھا۔ جن میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں سب شامل تھے۔ اُن کے لئے علم حاصل کرنے کے بھرپور مواقع فراہم کئے تھے۔

تعلیم اطفال

بچے ہر ملک و ملت اور مذہب و دین کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ بچے ہی جوان ہو کر قوم و ملت کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ اس اہمیت کے پیش نظر بچوں کی تعلیم و تربیت سب سے اولین ذمہ داری ہے۔ جنگ بدر کے قیدی فدیہ نہ دے سکے تو اُن کے ذمہ دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا لگایا۔ [40]

عہد نبوی ﷺ میں تعلیم نسواں

دور جاہلیت میں جہاں مرد علم کی نعمت سے محروم تھے وہاں عورتوں کے علم کا تصور ناممکن تھا۔ اسلام سے پہلے پورے عرب میں شفاء بنت عبد اللہ [41] کی تعلیم یافتہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اسلام نے عورتوں کو تعلیم کی دولت سے مالا مال کر دیا، اسلام کی وجہ سے عورتوں نے تعلیم کے میدان میں بلند مقام حاصل کیا۔ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احادیث کے اسرار و رموز میں اس قدر مہارت رکھتی تھیں کہ ان کا

کوئی مدمقابل نہیں تھا، وہ کامل عقل اور صاحب الرائے تھیں۔ بہت سے تابعین نے ان سے اکتساب علم کیا۔ اُمّ المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم کے لئے حضرت شفاء بنت عبداللہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت شفاء بنت عبداللہ سے فرمایا کہ جس طرح تم نے حفصہ کو جھاڑ پھونک سکھایا اسطرح انہیں لکھنا پڑھنا بھی سکھادو۔[42] اُم ورقہ بنت عبداللہ[43] کو محمد ﷺ نے عورتوں کا امام بنایا تھا اور ساتھ ہی ایک موذن بھی مقرر کیا تھا، چنانچہ موذن اذان دیتا اور عورتوں کی امامت وہ کرتی تھیں۔[44]

عہد نبوی میں تعلیم بالغاں

اسلام نے تعلیم کو انسانی ضروریات میں سے ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے پر یعنی ماں کی گود سے لے کر بڑھاپے تک علم حاصل کرنا چاہیے۔ اس اہمیت کے پیش نظر مسجد النبی ﷺ کے شمال مشرق کے کنارے پر مسجد سے ملحق ایک چبوترہ تھا یہاں وہ مسلمان رہتے تھے جن کا گھر بار نہ تھا، یہ رسول ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً تبلیغ اسلام کے لئے دوسرے مقامات پر جاتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور جسموں کو آپ کی تعلیمات کے لئے دن رات وقف کیا تھا۔ اور دن رات صفہ میں رہتے ہوئے علم حاصل کیا جسے آج کے دور میں رہائشی یونیورسٹی کہا جاسکتا ہے۔[45] جس کیلئے "اصحاب صُفہ" کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔[46] معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ بحیثیت پرنسپل ادارہ وقتاً فوقتاً انہیں تعلیم سے نوازتے تھے۔ اسلام کی اس اولین درسگاہ میں طلبہ کی مجموعی تعداد بعض اوقات چار سو تک ہو جاتی تھی۔[47]

خلافت راشدہ کا نظام تعلیم

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ مساجد ہی میں جاری رہا۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے ہی مسند خلافت پر فائز ہوئے، تو آپ کو پے درپے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مثلاً فتنہ ارتداد، منکرین زکوٰۃ، مدعیان نبوت، تاہم ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید جو پہلے منتشر اور متفرق ٹکڑوں میں لکھا گیا تھا، یکجا مرتب کرکے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ کیا، تاکہ ضرورت کے وقت اس سے رجوع کیا جاسکے۔[48]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ[49] کے زمانہ میں جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا تو قرآن کی تعلیم کے لئے مستقل ملحق معلمان عمال کے ساتھ بھیجے گئے۔ جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری[50] بصرہ[51] کے عامل بن گئے تو حضرت عمران بن حصین شریعت اسلامی کی تعلیم کے لئے ان کے ساتھ کئے گئے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے معلم قرآن کی حیثیت سے حمص میں قیام فرمایا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فلسطین گئے اور ابو درداء نے دمشق میں قیام کیا۔[52]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بھی درس و تدریس جاری تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی املاء کے اختلافات ختم کرنے کے لئے قرآن پاک کو ایک رسم الخط تیار کرواکر اسکی خوب اشاعت فرمائی تاکہ امت مسلمہ افتراق وانتشار کا شکار نہ ہوجائے۔ اس کے علاوہ پوری اسلامی دنیا میں قرآن کریم کے اصح ترین نسخے پھیلادیے۔[53] سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ نے خلافت میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ اس طرح جاری رکھا۔ جس طرح خلیفہ اول اور دوم نے جاری کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں عربی قواعد یعنی علم نحو کی بنیاد پڑی کیونکہ نو مسلم عجمیوں کو عربی زبان سیکھنے اور اُن کا معنی سمجھنے میں مشکل پیش آرہی تھی۔ تو عربی قواعد سے یہ مشکل آسان ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی معلم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ [54]

عہد بنو اُمیہ[55] اس دور کا آغاز حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے علم کی اشاعت میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ انہوں نے سب سے پہلے سرمایۂ حدیث کو یکجا کرنے کے لئے صوبہ کے والیوں اور شہروں کے عاملوں کے نام فرمان بھیجے۔ چنانچہ اس فرمان کے نتیجے میں احادیث کا قیمتی سرمایہ جمع ہوگیا۔ دوسری تبدیلی یہ کی کہ پڑھانے والوں کو معاش کی فکر سے آزاد کرنے کے لئے مستقل وظیفے مقرر کئے ،نادار طلبہ کے لئے بھی وظیفے جاری کئے۔[56]

عہد بنو عباس وسلاطین اسلام

بنو عباس کا دور دوسری صدی ہجری کے اوائل سے شروع ہوا اور چوتھی صدی ہجری کے نصف تک اس دور میں جتنی وسعت اور عروج مدارس کو ملا اور ادوار میں نہیں ملا۔ یہاں تک کہ خلفاء اور امراء اور ارباب ثروت نے اپنے اپنے گھروں میں بھی تعلیمی انتظام کیا اور کوئی قابل ذکر اسلامی آبادی ایسی نہیں ملتی جس میں تعلیمی سلسلہ جاری نہ ہو۔ تعلیم مفت ہوتی تھی۔[57]

دینی مدارس کے لئے الگ عمارتیں بنانے کی ابتداء

اسلامی نظام تعلیم کے پہلے دوروں میں تعلیم مسجدوں کے صحنوں، میناروں کے سایوں خانقاہوں کے حجروں اور علماء کے مکانوں میں جاری رہی۔ اس زمانے میں اگر تعلیم گاہ کے لئے عمارت کی ضرورت پڑتی۔ تو درسگاہ کی شکل کی عمارت کے بجائے نئ مسجد ہی تعمیر کی جاتی۔ چوتھی صدی کے آخر میں درسگاہوں کے لئے مستقل عمارت بنانے کی ابتداء ہوئی۔ اور اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ ایک صدی کے اندر میں تمام اسلامی دنیا میں عام رواج ہوا۔ [58]

سب سے پہلا مدرسہ ایک مدت تک اسلامی ممالک میں مسجد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی اور پورانظام مسجد کے گرد ہی گھومتا رہا پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ مساجد اپنا کردار برابرادا کرتی رہیں، لیکن مستقل مدارس قائم ہوئے، جو اپنا کام علیحدہ طور پر شروع کرنے لگے۔[59]

مدرسہ سلطان محمود غزنوی جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کو فتح کیا تو متھرا شیر کی مسجد کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اپنے آبائی شہر غزنی[60] میں ایک مسجد کی تعمیر کی اور مسجد کا نام عروس الملک تھا۔

مدرسہ امام ابو حنیفہ[61] یہ مدرسہ بغداد میں علمائے کرام نے عوام کی تعاون سے تعمیر کیا جسے کو بغداد کا اول مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مدرسہ نظامیہ بغداد[62] اس مدرسہ کو اس کے بانی نظام الملک طوسی[63] نے 289ھ میں قائم کیا، طوسی دولت سلجوقیہ[64] کے ایک بادشاہ کے وزیر اعظم تھے۔ اس نے اپنی جاگیر کا دسواں حصہ اس مدرسے کے لئے وقف کیا تھا۔

جامعہ قرطبہ: اندلس (اسپین) مسلمانوں کے زیر نگین تھا تو قرطبہ[65] اور غرناطہ[66] علم وفن کے بڑے مراکز تھے۔ قرطبہ کی مشہور "جامع مسجد قرطبہ" میں خلیفہ الحکیم ثانی نے جامعہ قرطبہ کے نام سے ایک بڑی یونیورسٹی قائم کی تھی؛ جہاں تعلیم مفت تھی، اسکی عظمت کا اندازہ اس کے کتب خانے سے لگایا جاسکتا ہے؛ جسمیں چار لاکھ نادر کتابیں موجود تھیں اور اس کی صرف فہرست آٹھ جلدوں پر مشتمل تھی۔[67]

جامعہ ازہر (مصر)[68]: یہ عظیم الشان جامع مسجد فاطمی سلاطین مصر کے زمانہ کی یادگار ہے۔ جامعہ ازہر کی تکمیل 361ھ میں ہوئی؛ لیکن تدریسی عمل کی ابتداء چوتھی صدی کے اواخر سے ہوئی۔ ایک ہزار سال سے جاری اسلامی دنیا کی سب سے بڑی اور قدیم یونیورسٹی میں دس پندرہ ہزار طلبہ اور سینکڑوں اساتذہ تعلیم و تعلم کے لیے موجود رہتے ہیں۔[69]

ہندوستان کے دینی مدارس: ہندوستان میں اسلامی حکومت کا مستقل قیام ساتویں صدی ہجری کے ابتداء میں 1192ء میں اس وقت شروع ہوا۔ جب سلطان محمود غوری کے جرنیل قطب الدین ایبک[70] نے ہند کو فتح کیا۔ اور پھر اپنی طرف سے اپنے غلام ملک التمش الدین[71] کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور پھر التمش نے یہاں 1222ء میں ایک وسیع اور بہت ہی خوبصورت مسجد تعمیر کروائی جو اب بھی موجود ہے۔[72]

اسی طرح ہندوستان میں مختلف سلاطین نے اپنے اپنے زمانہ میں مدارس کے لئے وظیفے مقرر کیئے۔ عالمگیر نے ہر صوبہ میں یہ احکام جاری کر دیئے تھے کہ ہر صوبہ کے طالب علموں اور استادوں کے وظیفے اور تنخواہیں اسی صوبہ سے ادا کی جائیں۔[73]

مدارس بنات کی ابتداء: اسلام نے جن صفات کو مردوں کے لئے پسند کیا ہے وہی صفات عورتوں کے لئے بھی پسند فرمائی گئی ہیں۔ اور دنیوی واُخروی فلاح کا جو معیار مردوں کے لیے رکھا گیا ہے بعینہ وہی معیار عورت کے لئے بھی رکھا گیاہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دونوں اسلام کے نزدیک معاشرہ کے ناقابل تقسیم اجزاء اور تمدن کی گاڑی کے ناگزیر پہیہ ہیں۔ قرآن کریم مرد و عورت دونوں کو "يَاأَيُّهَاالنَّاسُ،يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا" کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ دونوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حسن اخلاق، ادائیگی حقوق کا یکساں ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ "[74]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

کسی بھی قوم کی اصلاح و تعمیر میں بنیادی کردار عورتیں ادا کرتی ہیں۔ بچوں کی تربیت معاشرہ کے بناؤ و بگاڑ کا تعلق مردوں کی نسبت عورتوں سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں بہت سے احکام خصوصیت کے ساتھ عورتوں کے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں قرآن واضح طور پر فرماتا ہے:

''يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا''[75]

"اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے"۔

حضرت محمد ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ جہاں خواتین جمع ہوتیں اور آپ ﷺ ان کو درس دیتے تھے۔ نماز عید کے بعد بھی آپ ان کو الگ سے خطاب فرماتے تھے[76]۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کیا کریں۔[77]

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی خواتین کی تعلیم و تدریس کی طرف بھرپور توجہ فرمائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تو مملکت کے تمام اطراف میں یہ فرمان جاری کیا تھا۔ "عَلِّمُوا نِسَاءَكم سورة النور[78]" اپنی خواتین کو سورۃ نور ضرور سکھاؤ، اس میں خانگی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بہت سے مسائل ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[79] سب سے زیادہ فقیہ، اور سب سے زیادہ صاحب علم تھی۔ بڑے بڑے صحابہ نے اُن سے کسب فیض کیا۔ عائشہ اور ام سلمہ[80] رضی اللہ تعالیٰ عنہما ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ راوی حدیث ہیں۔[81]

عصر حاضر میں خواتین کے مدارس کا قیام: عصر حاضر کے دینی مدارس میں بنات کا سب سے پہلا مدرسہ براعظم افریقہ میں مغرب اقصی کے شہر فاس[82] میں 225ھ / 759ء میں قائم ہوا۔ یہ مدرسہ ایک مالدار تاجر کی بیٹی فاطمہ بنت

عبد اللہ فہریہ[83] نے بنایا تھا۔ جو آج بھی جامعہ قرویین[84] کے نام سے قائم ہے۔ اندلس کی مشہور عالمہ فاطمہ بنت محمد عورتوں کو تعلیم دیتی تھیں۔[85]

مدرسہ خاتونیہ: سلطان صلاح الدین ایوبیؒ[86] کی بہن شہزادی ربیعہ خاتون بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ انہوں نے دمشق میں ایک مدرسہ "مدرسہ خاتونیہ" تعمیر کرایا۔ اور اس کے مصارف کے لئے ایک جائیداد بھی وقف کی۔ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔

شہزادی ترکان خاتون: یہ ترکی کے سلطان مراد ثانی[87] کی والدہ تھیں۔ انہوں نے بھی دمشق میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔[88]

قیام مدارس میں ہندوستان کی خواتین کا حصہ: حکمرانوں کے دور میں مردوں کے دینی مدارس کے ساتھ ساتھ ان میں بادشاہوں کی بیٹیوں اور بیگمات نے خواتین مدارس قائم کرنے میں حصہ لیا۔ مدرسہ "جہان آرا بیگم بنت شاہ جہاں آگرہ میں ہے۔ اس کے ارد گرد دکانیں بھی بنائی گئی تھیں جسکی آمدنی مدرسہ کے لئے وقف تھی[89]۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادی زیب النساء بنت اورنگ زیب عالمگیر جو ایک عالمہ فاضلہ اور جامع الفنون شخصیت کی مالک تھی۔ اہل علم کو وظیفے جاری کر دیتی تھی۔

نواب سلطان جہان بیگم بنت نواب باقی محمد خان[90] نے بھوپال میں مدرسہ حفاظ قائم کیا جس میں تجوید اور قرات کے فن کو خوب ترقی دی۔

حیدر آباد دکن کی مشہور فاضل خاتون مغریٰ ہمایوں نے دکن میں ایک عالی شان مدرسہ لڑکیوں کے لئے اور ایک مدرسہ لڑکوں کے لئے الگ مدرسہ قائم کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مردوں کے ساتھ گھروں میں خواتین لڑکیوں کو قرآن مجید کی ناظرہ، ترجمہ اور ابتدائی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بعد میں خواتین کے مدارس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کی ضرورت کے پیش نظر خواتین مدارس قائم ہونے لگے۔ 1990ء میں بنات کا امتحان بھی وفاق المدارس نے لینا شروع کیا۔ عصر حاضر میں بنات کے مدارس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ وفاق المدارس کے 1435ھ /2014ء کے درس نظامی کے سالانہ امتحان میں بنین مدارس کی تعداد (3248) جبکہ بنات مدارس کی تعداد (3628) تھی۔ اس طرح اس امتحان میں شریک طلباء میں سے بنین کی تعداد (7365) تھی جبکہ اس کے مقابلے میں طالبات کی تعداد (105656) تھی۔ اسی طرح طلبہ کے مقابلے میں طالبات کی تعداد (32005) زیادہ ہے۔[91]

ضلع بونیر میں خواتین کیلئے قائم کردہ مدارس کا آغاز وارتقاء

حضرت سید علی ترمذی المعروف حضرت پیر بابا: حضرت پیر بابا کا پورا نام حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی پیدائش بمقام خواجہ غلطان "قندوز افغانستان" جس کا پرانا نام "ترمذ" ہے۔ [92] آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بہت نیک اور پرہیزگار تھے۔ [93] اور بچپن ہی سے اپنے محبوب پوتے کے ساتھ بہت پیار کرتے تھے۔ علوم ظاہری اور روحانی فیوض وبرکات کے حصول کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں حضرت شاہ شرف الدین قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے اور فیض باطنی سے نوازے گئے۔ [94] پیر باباؒ نے اس سلسلے میں بہت اسفار کئے اور دوران سفر مانک پور پہنچ کر حضرت شیخ سیلونہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی وجہ سے مزید تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جامی اور فقہ کی ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد سے بچپن میں پڑھی تھیں۔ [95] اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت شیخ سالار رومی سے اجازت مانگی اور آخر کار آپ اجمیر شریف سے پنجاب کے جدید گجرات کے مضافات کے ایک قصبہ "داود پنڈ" وغیرہ علاقوں کی طرف تشریف لے گئے، اور لوگوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ [96] آپ سفر کرتے ہوئے پر شور (پشاور) پہنچے، وہاں ایک مخلص دوست حاجی سیف اللہ گگیانی اور ملک گدائی کو جب پتہ چلا تو وہ فورا آپ کے پاس پہنچے۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ چند دن قیام کیا اور ان کی قوم وقبیلہ اور وطن کے لوگوں کو فیض باطنی اور انفاس قدسیہ سے سیراب کیا۔ آج بھی ایک گاؤں علی کے نام سے مشہور ہے جو پیر بابا کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جس وقت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق ارد گرد علاقوں سے آکر آپ کی مجالس میں شریک ہو کر وعظ ونصیحت سنتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ علاقہ بونیر، گدیزی میں منتقل ہوئے اور یہاں سکونت اختیار کی۔ آج بھی بونیر کے گاؤں دوکڈہ میں حضرت پیر بابا کا وہی گھر موجود ہے۔ آپ نے یہاں رشد وہدایت کا کام شروع کیا۔ نیز اس علاقے میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو کہ آج بھی آپ کے نام سے مدرسہ سید عالیہ سے چل رہا ہے اور عوام الناس کو اس میں علم حاصل کرنے کے مواقع مل رہے۔ [97]

دیوانہ باباؒ :۔ اپنے دور کے ایک جید عالم، فقیہ، فاضل، مجتہد اور بلند پایہ جج تھے۔ آپؒ قندہار میں قاضی کے عہدے پر بھی رہ چکے ہیں۔ آپؒ نے علم کی تلاش میں بہت تگ ودو کی اور ریاضتیں اٹھائیں۔ [98]

حضرت غلام محمد المعروف کلان باباجی خدوخیل: حضرت غلام محمد المعروف کلان باباؒ ضلع بونیر کے تحصیل خدوخیل کے ایک چھوٹے سے گاؤں کلان شریف میں، جو کہ گاؤں چینگلئ سے پانچ کلومیٹر دور مشرق کی طرف واقع ہے، مگر آپ نے کلان باباجی کے نام سے شہرت پائی۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی مشہور ہے۔ آپؒ کو ساری عمر یہ حسرت تھی کہ جس طرح میرا نام غلام محمد ہے اس طرح بعینہ میں آقائے دوجہاں ﷺ کا غلام رہوں۔ فرماتے ہیں کہ سنت نبوی ﷺ

کو کبھی بھی اپنے دامن سے الگ نہ کرنا، سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے پر فخر محسوس کرنا چاہیئے۔ آپؒ نے صوبے کے مختلف علاقوں میں خلفاء کرام چھوڑے ہیں، جن میں سوات، بونیر، مرادن، صوابی اور پشاور کے خلفاء شامل ہیں۔ آپؒ کی نرینہ اولاد میں صرف ایک بیٹا مولانا فضل عظیم حقانی ہیں، جو آپ کا خلیفہ ہیں اور گاؤں چینگلئ میں ایک سکول میں مدرس ہیں۔[99]

مولانا عتیق اللہ مجددیؒ ایلئ تحصیل ڈگر: ضلع بونیر کے تحصیل ڈگر گاؤں ایلئمیں ایک قدیمی علمی گھرانا جو تقریباً پانچ سو کے طول وعرض میں تبلیغ دین اور دعوت وارشاد میں مصروف عمل تھا اور مخلوق خدا کی اصلاح کے لئے میدان میں سرگرم عمل تھا۔ بیس سال کی عمر میں دہلی پہنچے کیونکہ اس زمانے میں دہلی دینی علوم کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ اور اس وقت دارالعلوم دیوبند سے وابستہ کئی مشہور دینی مدرسے و علماء کی زیر پرستی تشنگان علوم دینیہ کے لئے دروازے کھلے تھے۔ ان اساتذہ کرام میں ایک مشفق استاد اور اس وقت کے متحدہ ہندوستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب بھی تھے۔ مولانا عتیق اللہ ان ہی دنوں دورہ حدیث سے فارغ ہوگئے۔ اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے سند فراغت اور انعامات سے نوازا۔ آپ ضلع بونیر کے تحصیل مندنڑ علاقہ چملہ کے ایک مشہور گاؤں سورا میں پیدا ہوئے۔[100]

حضرت پیر عبد الغنی شاہ:۔ نیک، پارسا، متقی و شریعت محمدی ﷺ کے پابند انسان اور ولیِ کامل تھے[101]

حضرت محمود شاہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ المعروف شلبانڈی باباجی تحصیل گاگرہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید محمود شاہ قریشی۔ آپ ضلع بونیر کے ایک مشہور گاؤں شلبانڈی شریف میں پیدا ہوئے۔ علوم باطنی و ظاہری اور تزکیہ نفس کے حصول کے لیے آپ 17 سال کی عمر میں ریاست سوات علاقہ بونیر سے اجمیر شریف ہندوستان چلے گئے۔[102] آپ کے آبائی وطن بونیر کے علاقہ سالارزئی میں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنے علاقے اور ملک کے دوسرے علاقوں میں لوگوں کی ہر قسم معاشی، معاشرتی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے کبھی بھی غرباء اور صالحین کو خالی ہاتھ نہیں چھوڑا ۔ تزکیہ نفس، اصلاح نفس، اصلاح معاشرہ ان کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ بونیر سے باہر جہاں بھی جاتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان تین بنیادی چیزوں پر بہت زور دیتے تھے کہ تمام لوگوں اور خاص کر تمام کاموں کی ابتدا تزکیہ نفس سے کریں۔ جب تک ہم خواہشات نفس اور اخلاق بد کا مقابلہ نہ کریں تو آگے بڑھنا مشکل ہے، کیونکہ تمام روحانی بیماریوں سے نجات صرف اور صرف تزکیہ نفس میں موجود ہے۔

حضرت پیر مختار احمد جان صاحب مجددیؒ خدو خیل ء حیات: حضرت پیر مختار احمد جان ضلع شانگلہ کے گاؤں لیلونڑئ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ آپؒ کا آبائی وطن ضلع بونیر کے تحصیل خدو خیل میں گاؤں چینگلئ ہے۔ حضرت پیر مختار احمد جان نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ آپ کے والد نے ضلع شیخوپورہ خانقاہ دارالسلام میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی اس مدرسہ میں خلیفہ مجاز، عبدالغفور مدنی کے ہاتھ پر بیعت کی علم کے پیاسے اپنے پیاس بجھاتے سکول، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ کرام اور طلباء اور تزکیہ باطل اور اصلاح نفس کی خاطر آپ سے استفادہ کرتے ہیں۔[103]

حضرت مولانا پیر عبدالحمید قریشی: حضرت مولانا پیر عبدالحمید بن مولانا محمد شریف قریشی بچپن ہی سے شریف النفس اور دینی علوم سے رغبت رکھنے والے تھے۔ اساتذہ و علماء کے پاس جاکر ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی علوم اپنے علاقے میں مختلف جگہوں میں مختلف علماء سے حاصل کئے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس شروع کیا۔ خیبر پختونخوا کے عالمی شہرت یافتہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو دارالعلوم دیوبند میں آپ کے ہم مدرسہ تھے، نے آپ کو فرمایا کہ آپ یہاں آکر ہمارے ساتھ اس مدرسہ میں طلبہ کو باقاعدہ پڑھانا شروع کریں تاکہ یہ مدرسہ آگے ترقی کرے اور طلبہ بھی آپ کی دینی خدمات سے استفادہ کریں مگر آپ نے اذکار کی مصروفیات کی وجہ سے وہاں جانے سے گریز کیا۔[104]

حضرت مولانا حافظ محمد صدیق المعروف پیشونی باباجی گدیزئ بونیر: ضلع مردان کے بخشالی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے والدین اور خاندان کے دوسرے افراد ضلع بونیر میں آکر آباد ہوگئے۔[105] حضرت مولانا حافظ محمد صدیق المعروف پیشونی باباجی نے ابتدائی تعلیم پشاور اور سوات کے نامور علماء سے حاصل کی۔ آپ نے بچپن میں قرآن پاک حفظ کیا، جس کے بعد دینی علوم پر بھی دسترس حاصل کی۔[106]

حضرت شیخ محمد اعظم صاحب المعروف چملے باباجی قادری: کی ولادت باسعادت علاقہ ترنگ زئی چارسدہ میں میں ہوئی۔ نسلا آپ سید تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علمائے کرام سے حاصل کی۔ آپ کا اپنا گاؤں سورا ضلع بونیر ہے۔ مگر آپ کے والد بزرگوار عظیم مجاہد برصغیر حضرت شیخ الحاج فضل واحد صاحب المعروف حاجی ترنگزئی باباجی صاحب کے مجاہدین کے لشکر میں شامل تھے۔ اس لئے آپ کی جائے پیدائش ترنگزئی چارسدہ ہے۔ آپ برگزیدہ بزرگ اور صوفی باعمل بھی ہیں۔ وہ ہمہ وقت تلاوت قرآن حکیم، مسنون اذکار، وظائف و اوراد میں مشغول رہتے تھے۔ حاجی ترنگزی صاحب شریعت و طریقت دونوں پر سختی سے عمل پیرا رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حاجی ترنگزی اور دوسرے علماء کرام سے مختلف علاقوں میں جاکر علوم حاصل کیے۔[107]

حضرت مولانا عبد الواحد شاہ بن اول شاہ بن عبد الرحمن قادری: کا تعلق ضلع بونیر کے تحصیل مندنڑ گاؤں کو گا سے ہے جو کہ مقالہ نگارہ کا آبائی علاقہ ہے، اور جس گھرانے میں آپ نے آنکھ کھولی وہ پہلے سے علمی اور مذہبی گھرانا تھا۔ آپ بچپن ہی سے دینی علوم اور نعت خوانی کے بڑے شوقین تھے۔ آپ علم دینکے بڑے شوقین اور دلدادہ تھے۔ آپنے دوسرے لوگوں کو علم سکھانے کے علاوہ اپنی اولاد کو بھی دینی علوم سے منور کیا۔

حضرت مولانا عبد المنان صاحب المعروف بٹئ باباجی قادری: حضرت مولانا عبد المنان المعروف بٹئ باباجی کے والد کا نام فضل منان تھا۔ آپ کا تعلق قریش خاندان سے تھا۔ جب موصوف بلوغت کو پہنچے انہی دنوں میں حضرت محمد صدیق المعروف بشونی باباجی کے ارد گرد حصول علم کے پروانے جمع ہوتے تھے۔ اور ایک حلقہ مریدان ان سے فیض یاب ہوتا تھا۔ آپ بھی ان پروانوں میں شامل ہوگئے۔ آپ نے ترنگزئی باباجی کے مدرسے میں دوسرے طلباء کے ساتھ فقہ ،تفسیر، حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں پر تین سال میں مکمل دسترس حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ تین سال بعد گاؤں واپس تشریف لے آئے۔[108]

حضرت مولانا حبیب الرحمان المعروف ملاتور بابا تحصیل ڈگر ایلئی: ابا خیل شانگلہ پار میں پیدا ہوئے۔

بیعت اور معاشرتی خدمات: حضرت ملاتور باباجی حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت پیر بابا کے خصوصی مریدوں اور شاگردوں میں سے تھے۔ آپ حضرت پیر بابا سے بیعت تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر بابا سے تزکیہ نفس کے حصول کے لئے علوم باطنی اور علوم ظاہری بھی سیکھے۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد اپنے علاقے میں درس وتدریس کی طرف خصوصی توجہ دی۔ کیونکہ عام لوگ قرآن پاک کی تعلیمات سے ناواقف تھے[109]۔

اس زمانے میں عام لوگ مختلف بدعات اور خلاف شرع رسومات وغیرہ میں مبتلا تھے اور غیر شرعی امور کو دین سمجھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی نیت سے دعوت وتبلیغ کا کام بھی شروع کیا اور اپنے چند شاگردوں اور مریدوں کو اشیزئی اور سلارزئی کے علاقوں میں بھیجنا شروع کیا۔ اور لوگوں سے ملاقاتوں کے دوران توحید وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے تبلیغ کی۔ اس طرح تمام لوگ غلط رسوم وروایات چھوڑ کر اللہ تعالی کی عبادت کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی اصلاح باطن کے لئے انہیں مسنون اذکار، وظائف اور مراقبوں کی تلقین کرتے۔ اس طرح ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور تمام ظاہری وباطنی گناہوں سے توبہ کرکے نیک اور متقی بن گئے۔ آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں پر زور دیتے تھے کہ اپنے مدرسوں اور گھروں سے نکلو اور معاشرے میں عوام کی خدمت کرو کیونکہ اکثر لوگ غلط راستوں پر رواں دواں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی درس وتدریس، دعوت و

تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی خدمت میں گزاری۔ خود بھی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں بہت کمزور ہوگئے تھے اور آخرکار طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک گاؤں ایلی ڈگر سے باہر جنوب کی طرف بونیر سوات کی بڑی شاہراہ کے کنارے ایک بڑے مقبرے میں واقع ہے۔ جو آپ رحمہ اللہ کے نام سے موسوم ہے[110] آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے اکثر آجکل علمائے دین اور مدرسین ہیں جو ڈگر، ایلئ اور تورورسک وغیرہ کے مختلف علاقوں میں مدارس میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مدرسہ عتیقیہ للبنین والبنات کے ذریعے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں[111]

خلاصہ:۔

اسلام کی اشاعت میں خواتین کے کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عروہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

«مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِيضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِحَرَامٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِحَدِيثِ الْعَرَبِوَلَا بِنَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا»[112]

قرآن، فرائض، حلال و حرام، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کے علم میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ انہی خواتین کی دینی تعلیم کے اثرات اخلاق پر ہوں گے۔ جن کے نتیجے میں معاشرت وجود میں آئے گی۔ اور جب معاشرت آئے گی تو تہذیب وجود میں آئے گی اور جب تہذیب وجود میں آئے گی تو ریاست اور حکومت پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے اور یوں مسلمانوں کو دیرینہ خواب کی تعبیر خود بہ خود مل جائے گی۔

[1] انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے ابن ماجہ، ابوعبداللہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم: ص 81، رقم الحدیث 244 دارالفکر بیروت۔ تاریخ طبع، نامعلوم۔ الالبانی، صحیح الترغیب والترہیب، رقم الحدیث 72، مکتبۃ المعارف الریاض، طبع پنجم، تاریخ طبع نامعلوم۔

[2]۔ النساء، 124

[3]۔ التحریم، 6

4۔ الآلوسی، شہاب الدین، سید محمود، روح المعانی، ج28، ص156، داراحیاء التراث العربی بیروت، تاریخ طبع نامعلوم۔

5 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، باب تعلیم النبی ﷺ امتہ من الرجال والنساء، رقم الحدیث6880، دارابن کثیر الیمامہ بیروت، طبع سوم1987ء۔

6 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب العبد راع فی مال سیدہ: رقم الحدیث2419۔

7 اس کے شمال میں سوات، مغرب میں ملاکنڈ ایجنسی، جنوب میں ضلع مردان وصوابی اور مشرق میں دریائے سندھ اور ہزارہ ڈویژن ہے۔ ماضی میں ضلع سوات کا سب ڈویژن رہا ہے۔ (حیدر علی اخون خیل، وادی چغرزئی بونیر، ص25، مطبع منظور عام پریس، پشاور، اشاعت 2003۔)

8 پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی آبادی 2009ء میں کی گئی مردم شماری کے مطابق تقریبا 673,766 ہے۔ اس کا شمار دنیا کے چند خوبصورت ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ اس شہر کو1964ء میں پاکستان کے دارالحکومت کا درجہ دیا گیا۔ اس سے پہلے کراچی کو یہ درجہ حاصل تھا۔ اس کے اہم اور قابل دید مقامات میں فیصل مسجد، شکرپڑیاں، دامن کوہ اور چھتر باغ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پیر مہر علی شاہ کا مزار جو کہ گولڑہ شریف میں واقع ہے اور مغل بادشاہ اورنگزیب کے دور حکومت میں تعمیر کردہ بری امام کا مزار اسلام آباد کے چند اہم مقامات ہیں (www.ur.wikipedia.org/wiki/islamabad/pakistan)۔

9 حیدر علی اخون خیل، ضلع بونیر کے وادیاں، ص3، مشرف پرنٹنگ پریس، پشاور، ط-1، تاریخ طبع2019۔

10: یوسف زئی ایک محترم اور طاقت ور پختون قبیلہ ہے۔ پختونوں کا سلسلہ نسب 1400 سال سے کم و بیش قیس عبد الرشید سے شروع ہوتا ہے۔ جو علاقہ سوات میں چار سو سال سے آباد ہے۔ سوات کے علاوہ پختونخوا کے دیگر علاقوں میں بھی آباد ہے۔ ان کا اصلی تعلق گارد اور نوشکی کے علاقہ سے ہے۔ (اللہ بخش یوسفی، یوسفزئی پٹھان، ص24، محمد علی ایجوکیشن سوسائٹی یوسفی ہاوس تین ہٹی۔ کراچی، طبع4، 1973ء۔ محمد آصف خان، تاریخ ریاست سوات، ص29، زاہد بشیر پرنٹرز لاہور، ط5، 2016)

11 حیدر علی اخون خیل، وادی چغرزئی بونیر، ص79۔

12 میجر، آر، ٹی، آئی Pathan Ridgway، ص73، پشاور، سعید بک بنک، تاریخ طبع 1983۔

13 سلیمان شاہد، گم نام ریاست، ص17، اویس پریس، لاہور، تاریخ طبع 2010۔

14 فقیر سید عبدلاحد شاہ، ترمذی، تذکرہ سادات ترمذی، ص99-109

15 سلیمان شاہد، گم نام ریاست، ص25

16 انور بیگ باغی، دہ بونیر تاریخ، ص135

17 ڈاکٹر عبد الرؤف، اسلامی ڈکشنری اور انسائیکلوپیڈیا، ص185۔

18 الحاج مولوی فیروز الدین، فیروز الغات، ص227

19 میرزا محمد وحید ودیگر، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج20، ص162-

20 آپ کا نام عبد اللہ، ابو بکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان، والدہ کا نام سلمٰی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ کا نسب چھٹی پشت پر رسول اللہؐ سے ملتا ہے۔ آپ 63 سال کی عمر میں منگل کی رات، آواخر جمادی الثانی 13ھ کو اس عالم فانی سے کوچ کر گئے۔ ان

سے روایات کی تعداد 142 ہے۔(ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع،الطبقات الکبریٰ، ج 3،ص169،دار صادر بیروت، طبع اول،1968ء۔ المزی، یوسف بن الزکی، تہذیب الکمال، ج15، ص282،284مؤسسۃ الرسالہ بیروت، طبع اول،1400ھ /1980ء)

[21] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اسلام کا ابتدائی نظام تعلیم اور قدیم نظام تعلیم کی ایک جھلک، ج3، ص4، تاریخ طبع 2010

[22] صفی الرحمٰن، مولانا، مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص109، المکتبہ السلفیہ لاہور، تاریخ طبع 1995ء۔

[23] دار ارقم: دار ارقم ایک صحابی ارقم بن الارقم مخزومی کا مکان تھا جو کوہ صفا کے دامن میں الگ تھلگ واقع تھا۔ آپ نے پانچویں سنہ میں اس مکان کو اپنی دعوت اور مسلمانوں کے ساتھ اجتماع کا مرکز بنالیا۔ یہ اسلام کا ابتدائی مدرسہ تھا۔(صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص 131)

[24] صفا مکہ میں خانہ کعبہ کے پاس واقع ایک پہاڑی کا نام ہے، حجاج حج کے موقع پر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگاتے ہیں۔(صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص129)

[25] مکہ مکرمہ کے قریب ایک گھاٹی جو بنو ہاشم کی ملکیت تھی 617ء میں کفار مکہ کے مقاطعہ کی وجہ سے آپ کے چچا ابو طالب کے کہنے پر بنو ہاشم سوائے ابو لہب کے اس گھاٹی میں چلے گئے اور تین سال تک نہایت تنگی اور تکلیف سے وہاں گزارے 619ء میں نبی کریم ﷺ بنو ہاشم کے ساتھ اس گھاٹی سے باہر آئے۔(الحموی، معجم البلدان، ج4، ص65، داراحیاء التراث العربی بیروت،1399ھ /1979ء)

[26] فاطمہ بنت خطاب، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ دونوں نہایت اہم شخصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا سبب بنے(محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج3، ص80، نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی، تاریخ طبع نامعلوم۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا، (مترجم، اقبال احمد قاسمی)، صحابہ کی زندگیاں، ص201، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور، تاریخ طبع 2001ء)

[27] خباب بن ارت قبیلہ تمیم سے عربی نسل کے تھے۔ غلام بنا کر مکہ میں بیچ دئے گئے۔ اُمّ انمار خزاعیہ نے خریدا۔ اور وہ پہلے اسلام قبولکرنے والوں میں سے تھے۔ مکہ میں یہ پہلا شخص تھا جس نے کھلے عام اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ مدینہ ہجرت کی، غزوہ بدر، غزوہ احد میں شرکت کی۔ (عبدالرحمن رافت، صحابہ کی زندگیاں، ص347)

[28] سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، مترجم، سیرت ابن ہشام، جلد1، ص15، ناشر ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور، 2011ء۔

[29] حبشہ کا موجودہ نام ایتھوپیا ہے صحابہ کرام نے سب سے پہلے ہجرت حبشہ کی طرف کی۔(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج1، ص138)۔

[30] محمد سلیمان سلمان، قاضی، منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ج 1، ص 53، الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی سٹریٹ لاہور، تاریخ طبع 2010ء۔

[31] آپ رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق ہے۔ آپؓ بیعت عقبہ میں شریک تھے، آپؓ کے دو بیٹے رفاعہؓ اور خلادؓ بدر میں شریک ہوئے۔ آپؓ خود
بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکنغزوہ اُحد میں شریک ہو کر شہید ہوئے۔(ابن سعدؒ، الطبقات الکبری، ج3، ص466)

32عقبہ: عقبہ پہاڑ کی گھاٹی یعنی تنگ پہاڑی گذر گاہ کو کہتے ہیں، منیٰ کے مغربی کنارے پر ایک تنگ پہاڑی راستے سے گزر نا پڑ تا تھا۔ یہی گذر گاہ عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بیعت کے لئے اس گھاٹی کو منتخب کیا اسی مناسبت سے اس کو بیعت عقبہ کہتے ہیں۔(صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص205)

33محمد عبد المعبود، عہد نبوی میں نظام تعلیم، ص62، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، لاہور، تاریخ طبع 2001۔

34قبا مدینہ سے تین کلو میٹر دور کے فاصلے پر واقع ایک بستی کا نام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہاں 14 روز قیام کیا اور یہاں مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔(صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص207)

35ابو عبد اللہ سالم ایرانی الاصل ہیں۔ ثبیہ بنت تعار انصاریہ نے مدینہ میں آزاد کیا۔ اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنا متبنیٰ بنالیا۔ قرآن کے حکم "ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ" کے بعد مولیٰ ابی حذیفہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے مواخات کرادی۔ آپ کا شمار اخیار الصحابہ اور کبار الصحابہ میں کیا جاتا ہے۔ آپ کی زوجہ کا نام فاطمہ بنت الولید بن عقبہ ہے۔ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ آپ 630ء میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔(الشیبانی، اسد الغابہ، ج2، ص245۔ محمد سلمانمنصور پوری، اصحاب بدر، ص90، مکتبہ قدسیہ لاہور 2017)

36محمد عبد المعبود، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص50

37محمد سیلمان سلمان، قاضی منصور پوری رحمۃ اللعالمین، ص72

38ابو عمرو براء بن عازبؓ انصاری، کمسنی کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تاہم 15 غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شانہ بشانہ رہے۔ جنگ جمل و صفین میں سیدنا علیؓ کا ساتھ دیا۔72ھ /619ء میں وفات پائی ۔(ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج1، ص155، دار الجیل بیروت، طبع اول 1421ھ

39البخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم:3710۔

40صفی الرحمٰن مولانا، مبارک پوری، الرحیق المختوم۔ ص314

41شفاء بنت عبد اللہ قریش کے خاندان عدی سے ہیں۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب ہے۔ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں۔ ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا۔ دور جاہلیت میں دو چیزوں میں مشہور تھیں۔ جھاڑ پھونک اور لکھنا۔(ابن عبد البر، الاستیعاب، ج1، ص604)

42سابقہ حوالہ۔

43ام ورقہ بنت عبد اللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل انصاریہ کی کنیت ام ورقہ تھی۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئی۔ غزوہ بدر کے موقع پر شرکت کی اجازت مانگی۔ تو محمد ﷺ نے فرمایا تم گھر میں رہو اللہ تعالیٰ تم کو وہی شہادت عطا فرمائے گا۔ ایک رات ان کی لونڈی اور غلام نے ان کو شہید کیا۔(ابن عبد البر، الاستیعاب، ج1، ص639)

44ابن عبد البر، الاستیعاب، ج1، ص639

45علامہ نوبخش، توکلی، سیرت رسول عربیؐ، ص95

46عبد المعبود، عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم، ص53

47 ندیم، محمد عرفان، دینی مدارس کے نظام تعلیم اور جدید تعلیمی انقلاب، المشرق للنشر التوزیع، لاہور، تاریخ طبع 2012، ص 101

48 السیوطیؒ، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر، تاریخ الخلفاء مترجم، شبیر احمد انصاری حنفی، ص 93، مکتبہ خلیل اُردو بازار لاہور، طبع اوّل 2008

49 آپ ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل قریشی جلیل القدر صحابی ہیں۔ مکہ میں 584ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ سب سے پہلے ان کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔ شجاع، جری اور بہادر تھے۔ 13ھ/634ء کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ سے 537 احادیث مروی ہیں۔ 23ھ/644ء کو وفات پائی۔ (ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج1، ص354۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج4، ص484۔)

50 ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری صحابی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ شیوخ میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ عمرؓ، ابن مسعودؓ جبکہ تلامذہ میں انس بن مالکؓ، حسن بصریؒ اور ثابت بن قیسؒ مشہور ہیں۔ 44ھ/665ء میں وفات پائی۔ (الشیبانی، اسد الغابہ، ج3، ص376۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج6، ص186۔)

51 بصرہ: بصرہ عراق کا دوسرا بڑا شہر ہے یہ شہر شط العرب کے کنارے واقع ہے یہاں تیل کے وسیع ذخائر ہیں یہ بہت زرخیز علاقہ ہے یہاں کی کھجوریں مشہور ہیں۔ زید بن ابیہ نے 14 ھ میں یہاں جامع مسجد بنائی۔ (الحموی، یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، ج2، ص330، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1399ھ/1979ء)

52 سید ریاست علی ندوی، مولانا، اسلامی نظام تعلیم۔ مکتبہ الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، 2010، ص46

53 محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، ص**192**، مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع دوم، تاریخ طبع **2015**ء۔

54 سیوطی، حافظ جلالالدین، تاریخ الخلفاء ص:214

55 بنو امیہ قریش کے ایک ممتاز اور دولت مند قبیلہ نے خلافت راشدہ کے بعد تقریباً ایک صدی تک ملوکیت سنبھالی اور اسلامی فتوحات کو بام عروج پر پہنچایا؛ جسکی سرحدیں ایک طرف چین اور دوسری طرف اسپین تک پھیلی ہوئی تھیں، البتہ مرکزی خلافت کے خاتمے کے باوجود اس خاندان کا شہزادہ عبد الرحمن الداخ اسپین میں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ جہاں 1492ء تک اموی سلطنت قائم رہی۔ (عبد الروف ڈاکٹر، اسلامی ڈکشنری اور انسائیکلوپیڈیا، ص47)

56 سید ریاست علی ندوی، مولانا، اسلامی نظام تعلیم، ص48

57 مراد علی کتوزی، اُصول فقہ وتاریخ فقہ اسلامی۔ مکتبہ یونیورسٹی پبلشرز پشاور اشاعت 2014 ص 273

58 سید ریاست علی ندوی، مولانا، اسلامی نظام تعلیم، ص28

59 ماہنامہ دیوبند۔ جلد 73، شمارہ، 5، ص7

60 غزنی: غزنی افغانستان کا صوبہ ہے یہ شہر صوبہ غزنی کا دارالحکومت ہے۔ ماضی میں کئی بادشاہوں کی حکومتوں کا دار الخلافہ رہا ہے یہاں کئی شعراء اور سائنسدانوں کے مزارات واقع ہے (الحمیری، محمد عبد المنعم، الروض المعطار فی خبر الاقطار، ص428)۔

61 آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے۔ کنیت امام ابو حنیفہ ہے۔ چار ائمہ کرام میں سے پہلے امام ہیں۔ سب سے پہلے مسلک، حنفی مسلک کی بنیاد آپ سے ہی منسوب ہے۔ جائے پیدائش کوفہ اور تاریخ پیدائش سن 80 ہجری ہے۔ 150ء میں وفات ہوئے۔ (محمد ایوب سپرا، ائمہ اربعہ، ص-37، مکتبہ سبل السلام کراچی، 2017ء)

62 بغداد: بغداد عراق کا مشہور شہر اور دارالحکومت ہے، یہ شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے 144ھ /762ء میں ساسانی گاؤں بغداد کی جگہ ایک شہر بسایا اور اس کا نام مدینۃ السلام رکھا، شروع میں یہ ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ (البغدادی، تاریخ بغداد، ج1، ص15، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع اول 1417ھ /1997ء۔)

63 مدرسہ نظامیہ: عراق کا سب سے پہلا اور پرانا مدرسہ ہے جسے بغداد میں بنایا گیا۔ نظام الملک الطوسی نے اس مدرسہ کی تعمیر 457ھ میں شروع کیا ایرانی مورخ اس مدرسہ کو "ام المدارس" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اب اس مدرسہ کے آثار مٹ چکے ہیں۔ (غنیمہ، عبد الرحیم، اسلامی جامعات، ص163، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1999ء)

64 ایک ترک نسل جس نے عباسی سلطنت میں فوجی ملازمت اختیار کی۔ پھر 1038ء میں انہوں نے اپنے سردار طغرل بیگ کی قیادت میں مرو اور نیشاپور پر قبضہ کرلیا اور سلطان کا لقب اختیار کر کے خراسان کے حکمران بن بیٹھے۔ آل سلجوق نے 429ھ سے 582ھ تک حکومت کی۔ (عبد الرووف، اسلامی ڈکشنری اور انسائیکلوپیڈیا ص 112

65 سپین کے صوبہ قرطبہ کا صدر مقام ہے جب مسلمان ہسپانیہ پر قابض ہوئے تو انہوں نے 756ء سے 1021ء تک اس شہر کو بڑی ترقی دی، چنانچہ قرطبہ نہ صرف اسلامی تہذیب کا مرکز اور متمول شہر ہونے لگا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی جو فن تعمیر کا حسین ترین نمونہ تھی۔ جب ہسپانیہ میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا تو 1236ء میں مسجد قرطبہ کو گرجے میں تبدیل کر دیا گیا۔ عہد اسلامی کے بعد قرطبہ کو پھر کبھی وہ عظمت حاصل نہ ہوئی۔ (عبد الرووف، ڈاکٹر، اسلامی ڈکشنری اور انسائیکلوپیڈیا، ص-165)

66 سپین کا مشہور شہر جو وہاں مسلمانوں کی عظمت کا آخری نشان تھا اور جو ان سے 1492ء میں ہمیشہ کے لئے چھن گیا۔ اس کا سنگ بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے رکھا تھا۔ سپین کے اسلامی دور میں اس شہر کو عظیم تمدنی، ثقافتی اور تعلیمی مقام حاصل رہا ہے۔ الحمرا کا دلفریب شاہی محل اسی شہر کی زینت ہے۔ (عبد الرووف، ڈاکٹر، اسلامی ڈکشنری اور انسائیکلوپیڈیا، ص-151)

67 ماہنامہ دیوبند ج73 ش5، ص7

68 مصر: مصر افریقہ کا اسلامی ملک ہے اس کا دارالحکومت قاہرہ ہے۔ برطانیہ نے طویل عرصہ تک مصر کو نو آبادی بنائے رکھا 1922 کو مصر آزاد ملک بن گیا۔ (الحموی، معجم البلدان، ج1، ص150)

69 ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلم، ص72

70 قطب الدین ایبک: سلطان محمد غوری کا سپہ سالار تھا، محمد غوری نے اسے پنجاب میں اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ محمد غوری کی وفات کے بعد برصغیر میں سلطنت "'خاندان غلاماں" کی بنیاد رکھی، 1210ء میں وفات پا گئے۔ (احسان اللہ ثاقب، انسائیکلوپیڈیا پاکستان، ص295)

71 التمش البری ترک تھا۔ اس کے باپ کا نام ایلم خان تھا اور وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ التمش کو سوتیلے بھائیوں نے موقع پا کر بخارا لے جا کر ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پھر ایک تاجر اسے غزنی لے آیا جہاں قطب الدین ایبک نے منہ مانگے داموں اسے خرید لیا۔ ایبک اسے دہلی

لے آیا۔ اپنی قابلیت سے وہ اہم عہدوں پر فائز رہا اور اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ اور 1211ء میں دہلی کا بادشاہ بنا۔(میرزا محمد وحید ودیگر، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج3، ص73)

[72]محمد حسین، ہندوستان کی بیس بڑی خواتین، ص1 ،زم زم پبلشرز اردو بازار لاہور، اشاعت 2007

[73]سید ریاست علی ندوی۔ اسلامی نظام تعلیم ص۔73

[74]ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم: ص 81، رقم الحدیث244۔

[75]التحریم، 6

[76]اس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ دیکھئے: صفحہ 36، حاشیہ 3۔

[77]ابن العربی، محمد بن عبد اللہ بن محمد، احکام القرآن، ج2، ص213، دار الفکر بیروت، 1403ھ /1982ء۔

[78]البیھقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، شعب الایمان، رقم الحدیث 2452، 2437، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول 1410ھ۔ القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، ج12، ص158، دار عالم الکتب الریاض، 1423ھ / 2003ء۔ علوی ثریا بتول۔ اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ، ص:147۔ مکتبہ خواتین میگزین، منصورہ ملتان روڈ، لاہور اشاعت 2009۔

[79]ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر القریشیہؓ مکہ معظمہ میں 9سال قبل ہجری 613ء کو پیدا ہوئی۔ فقیہ، عالمہ اور فاضلہ ہیں۔ اکابر صحابہ آپؓ سے میراث کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔2 ہجری کو رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوئی۔ آپؓ سے 2210 احادیث مروی ہیں۔ آپ 57ھ /676ء کو وفات پائی۔(سلیمان ندوی، سید، سیرت عائشہ، ص166، مکتبہ گوہر پبلکیشنز، اُردو بازار لاہور، تاریخ طبع نامعلوم)

[80]ام سلمہ ہند بنت ابی امیہؓ ام المومنین صحاح ستہ کی راویہ ہیں۔ جنگ بدر کے بعد نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئی۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسد کی زوجیت میں تھیں۔ نبی کریم ﷺ، فاطمہ بنت رسول ﷺ اور اپنے سابقہ شوہر سے علم حاصل کیا۔ جبکہ تلامذہ میں اسامہ بنزیدؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیبؒ شامل ہیں۔ 62ھ میں وفات پائی۔(ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج8، ص150، 152)

[81]الامام احمد بن حنبل، المسند، ج4، ص299۔

[82]فاس مراکش کا پرانا تاریخی شہر ہے۔ یہ مراکش کا تیسرا بڑا شہر ہے۔ 2004ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی 946815 ہے۔ اور شہر کی بنیاد ادریس اوّل نے 1789 میں رکھی۔(سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ج2، ص1442، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، طبع 10، 2013ء۔)

[83]آپ محمد الفہری نامی ایک دولت مند تاجر کی صاحب زادی ہیں۔ آپ نے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت پر مسجد و مدرسہ قرویین کی بنیاد ڈالی۔ 265ھ /1180ء میں وفات ہوئی۔(سید محمد سلیم پروفیسر، عہد اسلامی کے عظیم مدارس (جامعات)، ص25، ادارہ تعلیمی تحقیق، بہاول شیر روڈ مزنگ لاہور، طبع 1، اکتوبر 1997ء)

[84]جامعہ قرویین مراکش کے شہر فاس میں واقع ایک قدیم اسلامی یونیورسٹی ہے۔859ء میں قائم ہونے والی یہ جامعہ مسلم دنیا کا اہم تعلیمی مرکز ہے۔ نیزبک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق یہ دنیا کا سب سے قدیم ادارہ ہے۔(سید محمد سلیم ،عہد اسلامی کے عظیم مدارس،ص25۔ (www.wikipedia.com/jamiaqarweeien

[85]سید علی شاہ، خواتین کی تعلیم و تربیت میں ضلع چارسدہ کے دینی مدارس کا کردار، ایم فلمقالہ ، شعبہ اسلامیات ،اینڈ تھیالوجی جامعہ ہری پور ، 2016ء

[86]تیسری صلیبی جنگ میں اسلامی فوج کا مشہور کردسپہ سالار اور شام کا سلطان جو 532ھ میں پیدا ہوا اور 589ھ میں وفات پائی۔اس نے 583ھ میں عیسائیوں کو شکست دے کر بیت المقدس فتح کر لیا۔ مغرب میں لوگ اس کے نام سے کانپتے تھے۔ جرات اور ہمت میں وہ اپنے مد مقابل شاہ رچرڈ سے کہیں بلند تھا۔ تاریخ میں وہ اسلام سے عقیدت، عدل و انصاف اور غریبوں اور مسکینوں کی سرپرستی کے لئے بہت مشہور ہے۔(الذہبی، سیر اعلام النبلاء،ج21،ص278)

[87]سلطان مراد ثانی سلطنت عثمانیہ کا تیسرا حاکم 1326ء میں پیدا ہوا۔ ایک دیندار، ایماندار اور بہادر سپاہی تھے۔1360ء میں حاکم بنے اور آپ کے دور میں سلطنت عثمانیہ کا رقبہ بہت تیزی سے بڑھا۔ آپ نے یورپ اور ایشیا تک سرحدیں بڑھائیں۔ 1380ء میں وفات ہوا۔(مرزا محمد وحید، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ،ج20،ص273)

[88]علوی، ثریا بتول، اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ،ص187

[89]نام خرم لقب شاہ جہاں والد کا نام جہانگیر۔ والدہ کا نام جودھا بائی۔ تاریخ پیدائش 05 جنوری 1592۔ تخت نشینی 1628ء بروز پیر عمر 37 سال۔ آپ نے رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ تاج محل، موتی مسجد، جامع مسجد بنائی۔ وفات 22 جنوری 1666ء۔(مفتی نظام الدین شامزئی، ہندوستان کی بیس بڑی خواتین،ص،8369)

[90]نام باقی محمد خان، ابتداء میں یہ بھوپال کے وزیر اعظم تھے مگر بعد میں انہوں نے استعفی دے دیا۔ 1271ھ میں شاہ جہاں بیگم سے شادی ہوئی ۔1882ھ میں بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور حج سے واپسی پر انتقال ہوا۔(مفتی نظام الدین شامزئی، ہندوستان کی بیس بڑی خواتین، ص168)

[91]سید علی شاہ، خواتین کی تعلیم و تربیت میں ضلع چارسدہ کی دینی مدارس کا کردار (ایم فل مقالہ) شعبہ اسلامیات، اینڈ تھیالوجی، جامعہ، ہری پور 2016ء

[92]شہباز محمد، سواستو، ص:93،94،ناشر، انوائرمنٹل پروٹیکشن سوسائٹی سیدو شریف، سوات۔

[93]سید بہادر شاہ ترمذی، حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا کے تاریخی و علمی کارنامے،ص:18

[94]عبد الحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ اور روحانی تڑون،ج1،ص:412،413

[95]ایضا،ص:415،414

[96]عبد الحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ اور روحانی تڑون،ج1،ص:416،417

[97]محمد شفیع صابر، حیاتِ پیر بابا،ص:86،87۔

98عبد الحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ اور روحانی تڑون، ج1، ص،516515۔ محمد شفیع صابر، حیاتِ پیر بابا، ص:165۔

99روزنامہ مشرق پشاور، 5 اپریل1986، خصوصی ایڈیشن۔

100سید محمد محسن علی شاہ چشتی صابری، تذکرہ سید میراں شاہ بھیکھ ؒص:61،60)

101سید محمد محسن علی شاہ چشتی صابری، تذکرہ سید میراں شاہ بھیکھ ؒص:64،63

102حضرت محمود شاہ قریشی المعروف شلبانڈی باباجی کے بارے میں تمام معلومات آپ کے پوتے مقبول عالم صاحب اور آپ کے بھتیجے محمد اعظمخان صاحب سے ان کی خانقاہ ربانیہ شریف میں سوالات وجوابات کی ایک مجلس میں حاصل کی گئیں۔

103حضرت پیر مختار احمد جان نقشبندی مجددی ریٹائر پرنسپل صاحب چونکہ اب حیات ہے اس لئے آپ سے براہ راست خانقاہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ موضع چنگلئ میں معلومات حاصل کی گئیں۔

104مولانا پیر عبد الحمید قریشی کے بارے میں سارے معلومات آپ کے بیٹے جناب فضل رشید صاحب ریٹائرڈ پرنسپل سے ان کی رہائش گاہ میں جا کر حاصل کئے گئے۔

105محمد سلیم اقبال جنیدی، داتائے سرحد، ص:118،119، ایم ایس آئی2000ء۔

106عبد الحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ اور روحانی تڑون، ج1، ص:739،740

107محمد سلیم اقبال جنیدی، داتائے سرحد، ص:164

108ایضا

109انور بیگ باغی، د بونیر تاریخ، ص:354

110ایضا۔

111مولانا سلام اللہ حقانی اور مولانا محمد عبید اللہ سے ملاقات کے وقت ان کے مدرسے ایلی میں سوالات اور جوابات کی ایک مجلس میں یہ معلومات حاصل کی گئی۔

112۔ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج2، ص49،50، دار لکتاب العربی بیروت، طبع چہارم1405ھ۔